مولانا عبد القیوم حقانی

نفاذ شریعت کیلئے فکری انقلاب کی ضرورت اور اہم نکات

(۲)

اسلام کا نظام تعزیر اور اس کی تطبیق

اسی سلسلہ کا ایک ذیلی مگر اہم موضوع اسلام کا نظام تعزیر اور اس کی تطبیق کی صلاحیت ہے اس کا تعلق اگرچہ سابقہ دونوں موضوعات سے ہے مگر فقہ اسلامی کے الفاظ، اصطلاحات اور قانونی حد بندیوں کی وجہ سے اس کی الگ توضیح اور تشریح کرنی چاہیئے۔ جب کہ فقہی و علمی تعریف اور عملی تطبیق کی رو سے اس کی ضرورت بھی ہے۔

شرعی زبان میں تعزیر اس سزا کا نام ہے جس کی حد شارع علیہ السلام نے مقرر نہ کی ہو اور اولی الامر کو اس بات کا حق ہو کہ وہ موقع اور حالات کے مطابق جو سزا مناسب ہو وہ تجویز کریں۔ تعزیر کا معنیٰ تادیب کے بھی ہیں۔ وہ جرم جن میں کوئی حد یا قصاص شارع کی طرف سے مقرر نہیں ہے۔ جیسے رمضان میں افطار، نماز نہ پڑھنا۔ لڑکیوں کو چھیڑنا ناجائز سمگلنگ کرنا، اور ہر قسم کے اجتماعی و معاملاتی مفاسد، ہمیشہ باقی رہنے والی شریعت کے لئے۔ اور نت نئے جرائم اور مفاسد کو روکنے کے لئے اسلامی قانون میں تعزیرات کی بڑی ضرورت تھی اور یہ انتہائی حکیمانہ قانون ہے۔

قصاص کا مسئلہ

اسی سلسلہ کا ایک مسئلہ "قصاص" ہے۔ قصاص سے متعلق تفصیلی طور پر عالمی ضمیر سے متعلق گفتگو گذشتہ صفحہ میں عرض کر دی ہے اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس میں قصاص فی النفس یعنی قتل اور جان کا بدلہ داخل ہے اس سے بڑھ کر عدل اور کیا ہو سکتا ہے کہ قاتل کو قتل کیا جائے تاکہ معاشرہ زندہ رہے اور قتل کرنے والا اپنے انجام سے باخبر ہو کر قتل کا ارادہ ترک کر دے۔ جن ملکوں میں قتل کی سزا ختم ہو جاتی ہے تجربہ و مشاہدہ ہے کہ وہاں فوراً شرح قتل بڑھ جاتی ہے۔ قتل عمد کی صورت میں قصاص ہی سب سے زیادہ عادلانہ سزا ہے لیکن معافی کا حق ولی کو ہے اور دیت بھی ادا کی جائے گی۔ قتل غیر عمد کی صورت میں دیت ادا کرنی ہوگی۔ جو مجرم کی عاقلہ یا دیوان ادا کرے گا۔ جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس موضوع میں قصاص دون النفس کو بھی زیر بحث لایا جا سکتا ہے یعنی جان

.موتیجہ کر ہاتھ یا پیر یا آنکھ، ناک، کان کاٹ دینے یا تلف کر دینے کا بدلہ، اسلام قصاص کی شکل میں بدلہ ادا کرا دینے کا قائل ہے تاکہ جرم پسند طبیعتیں مجبور اور کمزور لوگوں کے اعضاء کاٹنے کی عادی نہ بن جائیں۔ معافی یا دیت قبول کرنے کا حق اسی کو ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور یہ بالکل صحیح اور فطری بات ہے۔ کیونکہ مجرم کے جیل جانے یا جرمانہ خزانۂ شاہی میں داخل ہونے کی صورت میں مظلوم کی دادرسی کچھ بھی نہیں ہوتی۔ پھر دیت کی فقہی تفصیلات، معیار اور اس کی قیمت کا تعین اور عقلی فوائد بھی بیان کرنے ہوں گے۔ اور یہ بھی واضح کرنا چاہئے کہ جو اعضاء تعداد میں دو، دو ہیں ان میں نصف دیت ہوگی۔ غلطی سے کسی عضو کے تلف ہو جانے کی صورت میں قصاص نہیں ہوگا بلکہ دیت ہوگی اور معاف کرنے کا حق مظلوم یا اس کے ولی کو ہوگا۔ دیت کی مقدار اور فقہی مباحث بھی تفصیل سے واضح کر دینے چاہئیں۔

انشورنس (بینکاری) کے متعلق فقہ اسلامی کا حکم

موجودہ دور اور امت مسلمہ کو درپیش مشکل ترین مسئلہ نظام بینکاری کا ہے جس کو دور حاضر میں اہل علم اور ماہرین فقہ نے کسی حد تک واضح اور مثبت انداز کے مفید طریق کار کے ساتھ مرتب کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ

اسلام کسی جزوی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ ایک کلی نظام ہے اور اسے پورا کا پورا اپنانا چاہیئے۔ مغربی تہذیب اور یہودی سوداگروں اور سود خواروں کے تفصیلی نظام جو عالم اسلامی میں بھی راسخ ہیں ان میں علماء سے صرف فتوے پوچھے جاتے ہیں اور بدقسمتی سے ان پر جزوی عمل تو کجا عمل کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ اسلام کا بذات خود ایک تعاونی نظام ہے۔ ایک اقتصادی نظریہ ہے ایک تجارتی اصول ہے ایک تکافلی پروگرام ہے یعنی اسلام ایک مکمل لائحہ عمل ہے۔ اخلاص کے ساتھ اگر اسلامی نظام کو اپنا لیا جائے اور پھر اسلامی نظام انشورنس یا نظام بنکاری بنایا جائے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ لیکن اسلامی ملکوں میں غیر اسلامی نظام و قانون پر رضامندی اور پھر مغربی یہودی نظام۔ سرمایہ داری۔ مشرقی یہودی نظام۔ مارکسیت۔ پر اس قدر اخلاص کے ساتھ آخر اصرار کیوں ہے؟ اور یہ مغربی و مشرقی ناسور اسلامی ملکوں کے جسم و جاں کو آخر کیوں اور کب تک گھائل بنائے رہیں گے؟

بہر حال اسلامی نظام میں یوں بھی بیت المال سارے غریبوں، مصیبت زدوں، بیواؤں، بے نواؤں، فقیروں، مسکینوں، طالب علموں، مسافروں اور تمام محروم افراد کی دائمی یا ہنگامی مصیبتیں دور کرنے کا ذمہ دار ہے اسی ذمہ داری کو عصر حاضر میں اہل علم، دانشور اور ماہرین فن آگے بڑھ کر منظم تعاونی نظام بنایا جا سکتا ہے۔

اس موضوع پر قدیم و جدید بینکاری کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ یورپ

میں بھی پہلے صرف تعاونی انشورنس تھا۔ بعد میں سود خواروں نے تجارتی انشورنس بنایا۔ بہرصورت یہ عقد غرر والا معاملہ تو ہے ہی، ساتھ ہی ساتھ سود کا شبہ نہیں بلکہ یقین بھی اس میں ہے اور یہ جوئے کی شکل بھی ہے جسے کسی بھی طرح جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ اس کے بدلے انشورنس کا مکمل اسلامی نظام بنانا اور اپنانا ضروری ہے جو اسلامی تعاون کے اصولوں پر گامزن ہو۔

شریعت اسلامیہ میں سود کے احکام اور مدنی و تجارتی اور بحری قوانین میں اس کی تطبیق

سود کا موضوع جس قدر اہم ہے اسی قدر صاف ہے اور نصوص قرآنیہ و نبویہ سے بالکل واضح بھی ہے موجودہ دور میں قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے انفرادی و اجتماعی نقصانات کے ظاہر کرنے کے ساتھ اس کے عملی خاتمے کے لئے موثر اقدامات کرنے ہوں گے۔

موجودہ سائنسی اور مادی دور میں عقل پر ریسرچ کے پردے پڑ چکے ہیں۔ حلال چیزوں کے بجائے حرام کام مرغوب ہوگئے ہیں۔ اس لئے فتنۂ نفس بشر شیطان کی قوتوں اور تفکیری صلاحیتوں سے پوری طرح مدد حاصل کرتا ہے اور الفاظ کے عجیب وغریب پھیر میں پڑ کر سیدھے سادھے اور عام معانی کو بدلنے اور غلط تاویلات کرنے پر ابھارتا ہے۔ یہ سب مغرب کی تقلید اور یہودی نظام سود کے زیر اثر ہے۔ اس سلسلہ میں یہ نکتہ بھی نکالا جاتا ہے کہ بہت زیادہ سود لینا منع ہے لیکن تھوڑا سود لینا منع نہیں ہے اور قرض کے سود اور تجارتی سود میں تفریق کا شاخسانہ بھی اس بحث میں چھیڑا جاتا ہے۔ یہ سب وہ انحرافات اور لاطائل بحثیں ہیں جنہیں نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ علم صحیح اور ایمان مستقیم ــــ سود کے جو اظہر من الشمس نقصانات ہیں اور جس طرح اس کے ذریعہ قوم کا سرمایہ چند سود خواروں اور سود خوار اداروں کے پاس چلا جاتا ہے اس کا اندازہ افراد کے سود میں تو صدیوں سے ہوتا چلا آرہا تھا۔ اب جدید دور میں غیر ترقی یافتہ ملک جب سودی قرض لیتے ہیں اور ان کی ادائیگی کی صورت میں جن مالی اور اقتصادی پریشانیوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ واضح دلیل ہے کہ سود نقصان دہ ہے۔

اور پھر سود کا یہ بین الاقوامی کاروبار خالص یہود کا بنایا ہوا ہے جس سے افراد و اقوام کی خستہ حالی اور دیوالیہ پن مقصود ہے اور بزعم یہود یہ ان کی کتاب مقدس کی پیشین گوئی کی صداقت بھی ہے اور قوموں کو سودی کاروبار کے ذریعہ غلام بنانے کی یہ چال گویا نعوذ باللہ خدا نے ان کو سکھائی ہے۔ "تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا ــــ تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا"۔ (استثنا ۲۳:۱۹، ۲۰)

اس طرح کے دوسرے الفاظ بھی ہیں جن کی تشریح بعض تلمود کے حاخامات نے یہ کی ہے کہ ان الفاظ میں حضرت موسیٰ نے سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ اجنبی (غیر یہودی) کو قرض سود ہی پر دیا جائے

تاکہ وہ برباد ہو۔ اور اس لئے شریعت تلمود میں اجنبی کو بغیر سود کے قرض دینا ناجائز اور حرام ہے۔ اس سلسلہ میں حاخام شواب کا قول ہے — اس نے بعد میں یہودی دین کو ترک کر دیا تھا — کہ اگر مسیحی کو کچھ پیسے کی ضرورت ہو تو یہودی کو چاہئے کہ اس کے ساتھ بار بار سود کا معاملہ کرے حتیٰ کہ وہ اس کو ادا نہ کر سکے۔ اور اسی وجہ سے قدیم مسیحی افکار اور ڈکشنریوں اور ادب میں یہود سے مراد سود خوار اور خیانت کار لیا جاتا ہے۔

بہرحال سود ایک ایسی لعنت ہے جسے اسلامی معاشرہ سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے ٹھوس حکمت عملی اور جدید مؤثر منصوبوں پر غور کرنا چاہئے۔

اور کم از کم داخلی طور پر ملک میں داخلی سود کو تو فوراً ختم کر دینا چاہئے۔ پھر اسلامی ملکوں کے اتحاد اور بین الاقوامی مسلم بنک کے پروان چڑھنے کے بعد خارجی سود کو بھی بند کیا جا سکتا ہے۔

اس اہم موضوع پر تاریخ اور حقائق کی روشنی میں تفصیل سے بحث کی ضرورت ہے خصوصاً آیۃ الربوا کے معانی و مفاہیم اور اس میں متعدد بلاغی اور ادبی طریقوں سے سود پر قطعی حرمت پر توجیہات کی اشاعت کی جائے تو نفع زیادہ ہوگا۔ مثلاً واضح اور صاف صاف بتا دیا جائے کہ

سود میں اضطراب، پریشانی، فکری ناآسودگی اور ذہنی و عقلی ہیجان ہوتا ہے جس کی تعبیر مس شیطانی سے کی گئی ہے۔ سود خور ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ سود اور تجارت میں کیا فرق ہے؟ حالاں کہ سود حرام اور تجارت حلال ہے جو موعظت و ممانعت کے بعد سود سے باز نہ آئے اسے عذاب نار کی وعید ہے۔ سود کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے وہ مٹ جاتا ہے۔ سود خوروں کو کفر کے صیغۂ مبالغہ کفّار و اثیم سے خطاب کیا گیا ہے۔ پھر ایمان اور عمل صالحہ کا تذکرہ آیت میں یہ ثابت کرتا ہے کہ سود ایمان کے منافی ہے اور عمل غیر صالح ہے۔ نماز و زکوۃ کے لفظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس طرح یہ دین میں معلوم بالضرورت اور سب سے افضل فرائض ہیں اسی طرح سود بھی معلوم بالضرورت اور قبیح ترین فعل ہے۔ اور جس طرح اطاعت گذاروں کو خوف اور غم سے واسطہ نہ ہوگا ------ اس کے برخلاف سود خور دنیا و آخرت میں خوف اور غم کا شکار رہے گا

تقویٰ کی علامت یہ بتائی گئی کہ سود خوری چھوڑ دے اور جو سود نہ چھوڑے وہ خدا و رسولؐ سے لڑائی مول لیتا ہے

قدیم سود کے لئے توبہ کی شرط یہی ہے کہ سود نہ لیا جائے اور صرف رأس المال واپس لیا جائے۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ جس طرح رأس المال واپس نہ کرنا ظلم ہے اسی طرح سود لینا بھی ظلم ہے۔

ضرورت ہے کہ بینکاری کے نظام کی مفصل تاریخ اور اس میں سود کی آمیزش کا مفصل جائزہ لیا جائے۔ اسلامی بنک کے قیام، اس کے اصولوں کی تشریح اور نظام مضاربت کے فوائد ثمرات کی توضیح کی جائے۔ نیز یہ بات واضح اور دوٹوک انداز میں صاف کر دینی چاہئے کہ سود بہرحال سود ہے جیسے کسی بھی قسم، کسی بھی شکل اور

کسی بھی تاویل کے ذریعہ حلال نہیں بنایا جاسکتا۔

جدید تہذیب اور مغربی افکار سے سود کو بڑی تقویت ملی اور ہر کام میں اس کی ضرورت محسوس کی گئی اور سودی کاروبار بینکوں میں جاری کیا گیا۔

مغربی بینکاری کے دیوتاؤں کو اس بات کی شکایت ہے کہ اسلامی ملکوں میں بینک کی صحیح فکر اور سمجھ لوگوں میں پیدا نہیں ہو پاتی ۔ دراصل اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب تک بینکوں میں سود یعنی حرام مال کا شائبہ رہے گا۔ اسلامی ملکوں میں بینک کو صحیح فروغ حاصل نہ ہوگا۔ ہم کیوں نہ بینکوں کو سود کے شائبہ سے پاک کر کے اس کی بنیاد خالص اسلامی اصولوں پر رکھیں تاہم ایک مسلمان جب واقعۃً بھی مسلمان ہو تو وہ ایک درہم بھی اس طرح لینے پر تیار نہیں ہو سکتا جس طرح خدا نے اس کو حرام کیا ہو۔

عقد غرر قانون میں اور فقہ اسلامی کا موقف

غرر کے معنی دھوکے یا خطرہ کے ہیں موجودہ دور میں اس کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے کہ فقہاء اور اہل علم جدید تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ شریعت میں وہ تجارتی طریقے جن میں نقصان یا دھوکے کا خطرہ ہو ممنوع ہیں۔

لیکن غرر کی کئی قسمیں ہیں جن میں ایک غرر فاحش ہے یعنی خطرہ اور دھوکے کا زیادہ امکان، دوسری قسم معمولی اور کم نقصان کی شکلیں ہیں۔ ان کے جائز اور ناجائز ہونے کی تفصیلات کتب فقہ میں وضاحت اور تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں بعض حضرات انشورنس، قانونی جوئے وغیرہ کو غیر فاحش غرر کہہ کر جائز کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان میں غیر فاحش اور کھلا ہوا نقصان یا دھوکہ ہے اور دوسری بات یہ کہ اس میں دوسری وہ قباحتیں بھی موجود ہیں جن کی حرمت پہلے سے موجود ہے جیسے سود اور قمار، بہرحال یہ فقہ کا اہم باب ہے موجودہ دور میں اس کی توضیح اور تفہیم کی شدید ضرورت ہے۔

نظام زکوٰۃ اور سرکاری ٹیکسوں سے اس کا تعلق

زکوٰۃ اسلام میں فرض اور ایک اہم رکن ہے اقتصادی و اجتماعی فوائد کے علاوہ یہ ایک عبادت بھی ہے۔

اسلامی نظام حکومت میں زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہوتی ہے جو صاحب نصاب ہوں۔ زکوٰۃ کے مصارف کو قرآن نے مخصوص افراد کے لئے اور مخصوص صورتوں میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔

حکومت کی دوسری ضروریات اور انسانوں کی اپنی خواہشات جیسے سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر، بجلی اور پانی کی سپلائی وغیرہ کے لئے اگر دوسرے ٹیکس لگائے جائیں تو ان کا فائدہ انسان خود ہی اٹھائیں گے ایسی صورت میں زکوٰۃ کیسے

معاف کی جا سکتی ہے۔ جو محتاجوں اور پریشان حالوں وغیرہ کا حق ہے؟
زکوٰۃ کی صحیح تحصیل و تقسیم کے بعد مستحقین و ضرورت مندوں کے احتیاج کا تشفی بخش حل ہو سکتا ہے اگر نظام زکوٰۃ کی اسلامی روح کو ملحوظ رکھا جائے تو زکوٰۃ کی کامل ادائیگی اور صحیح تقسیم کے بعد اسی غرض کے لئے کسی نئے ٹیکس کے لگانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ زکوٰۃ خدا کا حق ہے۔ جو غریبوں کو دیا جاتا ہے اسلامی نظریہ کی رو سے سارا مال خدا کا ہے نہ کہ افراد کا، نہ حکومتوں کا۔ غریبوں کا جو مقرر کردہ حق ہے وہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ فرض اور واجب ہے۔
زکوٰۃ ، جمع شدہ مال پر سال میں ایک بار ادا کی جاتی ہے ٹیکس آمدنی پر ہوتا ہے زکوٰۃ اس کی وجہ سے کیونکر معاف ہو سکتی ہے ؟ اگر ٹیکسوں کی بہتات کی وجہ سے مال جمع ہی نہ ہو سکے تو زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر پھر بھی خرچ کے بعد جمع ہوا ہے تو اس جمع شدہ خزانے میں سے غریبوں کا حق نکالنے میں آخر پس و پیش کیسا اور کیوں ہے ؟ حکومت کا طے کردہ ٹیکس ادا نہ کرنے کی جرأت نہ کرنے والوں کی یہ جرأت عجیب و غریب ہے۔ کہ صرف مسکین و غریب کا حق ادا نہ کیا جائے ۔ بہرحال اس موضوع پر تفصیلی مباحث، جائزے اور منصوبہ بندی اور اسلامی نقطہ نظر سے انسانی منافع کے پہلوؤں کو نئے سرے سے اجاگر کرنا ضروری ہے اسلامی ذہن بنا کر لوگوں کے ذریعہ سے خود ہی زکوٰۃ کی تقسیم اور ادا نہ کرنے کی صورت میں اسلامی حکومت کی طرف سے نگرانی یا وصولی یا بعض چیزوں کی زکوٰۃ حکومت وصول کرے اور بعض کی لوگ ادا کریں اور اس نوعیت کے اہم تجاویز پر بھی غور کیا جانا چاہئے اور لوگوں پر یہ واضح کر دینا چاہئے کہ زکوٰۃ کی اہم اسلامی مد کے قیام اور اہتمام سے بے شمار اقتصادی فائدے ہو سکتے ہیں۔

احوالِ شخصیہ (پرسنل لاء)

اسلام کے عائلی قوانین کے سلسلے میں اسلام کے واضح ہدایات اور انسانی اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھ کر دنیا کے مختلف اسلامی اور سیکولر ممالک کے مروج پرسنل لاء اور احوال شخصیہ کے قوانین کا مطالعہ اور تجزیہ کرنا ہوگا۔
"تاہم یہ بات تو قطعی ہے اور اس سے قوم کو آگاہ کرنا ہوگا کہ لیبیا، مصر، شام حتیٰ کہ بعض سیکولر ممالک میں پرسنل لاء مکمل طور پر باقی اور جاری ہے۔ اور نکاح و طلاق و میراث اسلامی کو بدلنے کی ہمت باوجود کوششوں اور پروپیگنڈوں کے اسلامی ملکوں میں (سوائے ترکی کے) کسی کو نہیں ہوئی۔ مصر میں اس سلسلہ کی طویل ترین کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔
البتہ بعض ممالک میں ملک کے عوام یا علماء نے نہیں بلکہ فرماں رواؤں نے تبدیلی و ترمیم کی جو مذموم مساعی

کی ہیں یا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایسی تمام ترامیم کو منسوخ کر دیا جائے اور بین الاقوامی طور پر اس ضمانت کا مطالبہ سارے اسلامی ملک مل کر کریں۔ کہ دنیا بھر میں مسلم پرسنل لاء کا احترام کیا جائے اور اس میں ترمیم کی اجازت نہ کسی اسلامی ملک کو دی جائے اور نہ کسی غیر اسلامی ملک کو جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور باعزت زندگی گزارنا چاہتے ہوں۔

کسی مسلمان کے نزدیک اس کے عائلی شرعی قوانین میں تبدیلی سے بڑھ کر بے عزتی اور توہین کوئی دوسری نہیں ہو سکتی، مذہب کی تعلیمات، اعمال اور احکام پر عمل کرنا انسان کا فطری حق، آزادی کا پہلا حصول اور عزت و شرف کا معیار و امتحان ہے۔

بہرحال یہ عالم اسلام، عامۃ المسلمین بالخصوص اہل علم اور اسلامی سکالروں کی منصبی ذمہ داری ہے کہ شریعت اسلامیہ کے قیام و نفاذ اور استحکام کے سلسلہ میں اس کے محاسن اور خوبیوں کو اجاگر کرنے کا مزید اہتمام کریں جو ہر لحاظ سے مبارک قدم اور مستحسن تحریک ہے۔ اور ساری اسلامی امت اس دن کی منتظر ہے۔ جب اسلامی شریعت کا نور شمس عالمتاب بن کر اسلامی ملکوں پر چھا جائے گا۔

بقیہ جہاد افغانستان

بھی پڑھ لیتے! — تو وہ فوجی افسر کہنے لگا: "میں دس سال سے وطن کی حفاظت اور دفاع کی جنگ اسلیے نہیں لڑ رہا کہ میں کلمہ پڑھ لوں، مر جاؤں گا مگر زبان پر کلمۂ اسلام نہیں لاؤں گا۔"

۵ ان کی نمازوں کی حالت پر ایک اور واقعہ یاد آیا، جب ارگون کے محاذ جنگ پر ہمارے مجاہدین رفقاء نے دشمن کے دس بارہ فوجی گرفتار کر لیے تو ان کے ساتھ گفتگو بھی ہوتی رہی۔ ہمارے امیر صاحب نے ان کے ضابط (فوجی افسر) سے کسی مناسبت سے دریافت کیا کہ نماز وغیرہ بھی کچھ یاد ہے کہ نہیں؟ تو اس ضابط (فوجی افسر) نے کہا جی ہاں! نمازیں آتی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ ہمارے امیر صاحب نے پوچھا کہ عصر کی کتنی رکعتیں ہیں؟ ضابط کہنے لگا جی! یہی کوئی دس گیارہ رکعتیں ہوں گی۔

بقیہ قرآن مجید

عن الشیٔ اور نقیض (کیونکہ نہی عن المنکر میں امر بالمعروف شامل ہے اسلئے کسی چیز سے منع کرنا حقیقت میں اسکی مخالف چیز کا حکم دینا ہے اس بحث سے قطع نظر اسی سورۃ اعراف (جو مکی سورۃ ہے) کی ایک دوسری آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ کہ آپ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے منع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی	جو اس رسول یعنی نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جس
الامی الذی یجدونہ مکتوبا	کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا
عندھم فی التوراۃ والانجیل	ہوا پاتے ہیں جو انہیں معروف کا حکم دیتا ہے
یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر	اور منکر سے روکتا ہے۔ (اعراف ۱۵۷)

جہاں آرام کا نام آیا - آپ نے یونی فوم کو پایا

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone 66754-66933-66833

UNITED FOAM INDUSTRIES LTD

LAHORE—PAKISTAN
Tel: 431341, 431551